حقیقت نفاق

منافقین کی صفات اور ان کی اقسام

(۵)

از جناب مولوی صدر الدین صاحب اصلاحی

گذشتہ نمبر میں علامات نفاق کے عنوان سے نفاق کی اکتالیس علامتیں قرآنی تصریحات کے ساتھ بیان کی جاچکی ہیں۔ باقی علامتیں حسب ذیل ہیں:

(۴۲) ہلکے اور بے ضرر احکام شرعیہ پر تو بڑی تندہی سے عمل کرنا لیکن سخت اور ایثار طلب احکام سے روگردانی کرنا۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ ..... الخ (النساء - ۱۱)

(۴۳) جہاد کا نام سن کر کانپ اٹھنا اور میدانِ جہاد کی طرف رخ کرتے ہوئے شدت خوف سے بدحواس ہو جانا۔ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ۔ (محمد - ۳)

(۴۴) فریضہ جہاد کی ادائگی کے وقت جبکہ عام امت اس فرض کو پورا کرنے کے لیے غنیم کے مقابل جارہی ہو، ہر طرح کی استطاعت رکھنے کے باوجود امام وقت کے سامنے طرح طرح کے بہانے پیش کرنا اور پیچھے رہ جانے کی اجازت چاہنا۔ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ (توبہ - ۱۱)

(۴۵) جنگ کی ضرورت سورج کی طرح عیاں ہو لیکن مختلف تاویلوں سے، تاکہ اس آزمائش

سے نجات مل جائے، اس ضرورت کا انکار کرنا۔ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ (آل عمران ۱۷)

(۴۶) جہاد کی ضرورت سے انکار تو نہ ہو لیکن اس کی تکلیفوں اور صعوبتوں کا تصور کر کے اُسے جنگی مصالح کے خلاف بتانا۔ خود بھی گھر بیٹھ رہنا اور دوسروں کو بھی تن آسانی اور آرام پسندی کی ترغیب دینا۔ وَقَالُوا لَا تَنفِرُوا فِي الْحَرِّ ۔ (توبہ - ۱۱)

(۴۷) میدان جہاد میں، مصالح ملی اور اسلامی عزت و ناموس کے بجائے اپنی جانوں ہی کی فکر میں رہنا۔ ... وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنفُسُهُمْ.... يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا (آل عمران - ۱۶)

(۴۸) مسلمان ہونے کا مطلب یہ سمجھنا کہ اب کسی مصیبت سے دوچار ہونا نہ پڑے گا کیونکہ جب ہمیں رب السموات والارض کے تنہا نام لیوا ہیں تو وہ ہم کو اپنے منکروں اور دشمنوں کے مقابلہ میں مبتلائے مصیبت کیوں کریگا۔ پھر جب کوئی ایسا موقع آپڑے کہ بظاہر مسلمانوں کو مادی ہزیمت پہنچ رہی ہو تو خدا، اس کے رسول اور اس کے بھیجے ہوئے دین اسلام کی صداقت میں طرح طرح کے شک کرنا۔ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا (احزاب - ۲)۔ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ

(آل عمران - ۱۶)

(۴۹) میدان جہاد سے، امام اور لشکر اسلام کو چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہونا، خواہ اپنی جان بچانے کی نیت سے، خواہ مسلمانوں کے حوصلے کو پست کرنے کی چال سے۔ وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا..... إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا

(احزاب - ۲)

(۵۰) شرکت جہاد کی سعادت سے محروم رہنے پر حزین و ملول ہونے کے بجائے مسرور ہونا

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (توبہ - ۱۰)

(۵۲) خود رکنے کے علاوہ دوسروں کو بھی میدان جنگ میں جانے سے روکنا - قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَا (احزاب - ۲)

(۵۳) راہِ حق میں جان دے دینے کی سعادت اور ارجمندی سے بے خبر ہونا اسے مفت کا ضیاع جان سمجھنا اور جس طرح کسی بد انجامی پر افسوس کیا جاتا ہے اس طرح شہدا ء کی قابلِ رشک موت پر اظہار افسوس کرنا - اَلَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا - (آلِ عمران - ۱۷)

(۵۴) ایمان کی قوت اور صبر و توکل علی اللہ کی ماہیت کا اندازہ دان نہ ہونا - کفر و ایمان دونوں کو اثر، نفوذ اور ثبات کے لحاظ سے ایک جیسا سمجھنا - اس علم سے محروم اور اس یقین سے خالی ہونا کہ فتح و شکست کا مدار مادی اسباب پر نہیں بلکہ ایمان باللہ کی بخشی ہوئی قلبی استقامت پر ہے اور اپنے نصب العین کی خاطر عالم اسباب سے بالاتر ہوجانے میں ہے - اس حقیقت سے ناآشنا ہونا کہ حق پرست کی حمایت سے اگر دنیا جہاں کے انسان منہ موڑ لیں تب بھی اسکے لیے غم و اضطراب کا کوئی موقع نہیں کہ دشمن چو قوی است نگہباں قوی تر است - نفاق اسی ذوق یقین سے محرومی کا نام ہے - اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ - (انفال - ۷)

(۵۵) صرف اُس وقت جنگ کے لیے نکلنا جب یہ توقع ہو کہ نہ کوئی خطرناک لڑائی ہوگی اور نہ راستہ میں زیادہ مشکلات اور مصائب پیش آئیں گی بلکہ نہایت آسانی سے مال غنیمت لوٹ کر واپسی ہوجائیگی - لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِیْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَیْهِمُ الشُّقَّةُ - (توبہ - ۶)

(۵۶) خطرہ کے وقت تو مسلمانوں کا ساتھ نہ دینا مگر جب یہ وقت گذر جائے اور مسلمان میدان جنگ سے واپس آئیں تو نہایت مومنانہ صورت اور مخلصانہ لب و لہجہ کے ساتھ ان کا استقبال کرنا اور اپنے عدم شرکت کی جھوٹی مجبوریاں بیان کر کے معذرت خواہ ہونا اور محض زبانی ۔۔۔ اور وہ بھی نمائشی ۔۔۔ اظہار ہمدردی اور لمبی چوڑی قسموں سے لوگوں کو خوش رکھنے کی سعی کرنا۔ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ... وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (توبہ - ۶)

(۵۷) اگر کسی مجبوری کی وجہ سے جنگ میں شریک ہونے کی نوبت بھی آجائے تو جماعت میں فتنہ انگیزیاں کرتے رہنا اور اس طرح اسے تقویت دینے کے بجائے اور کمزور کرنا۔ لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَّلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ (توبہ - ۷)

(۵۸) نظام تمدن کو اپنی اغراض کی خاطر برباد کرنا خصوصاً ایسے وقت کو غنیمت سمجھنا جبکہ اہل ایمان دشمنان دین کے مقابلہ میں مشغول ہوں۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۔ (محمد - ۳)

(۵۹) جہاد میں شریک ہونا بھی تو محض دنیوی فائدے اور حصول غنائم کے لالچ سے نہ کہ حق کو بلند کرنے اور باطل کو سرنگوں کرنے کی خاطر۔ وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُولَنَّ كَأَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ۔ (نساء - ۱۰)

(۶۰) قربانیاں دینے کے وقت تو چھپ کر بیٹھ رہنا لیکن مال غنیمت، یا جو شے بھی عام مسلمانوں کی قربانیوں کے نتیجہ میں حاصل ہو، اس میں حصہ بٹانے کے لیے اسلام کی فلاح و بہبود کا دم بھرتے اور ایمان کے نعرے لگاتے ہوئے آموجود ہونا۔ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۔ (احزاب - ۲)

(۶۱) تقسیم غنائم کے وقت زیادہ سے زیادہ مال حاصل کرنے کی سعی کرنا اور اگر حسب خواہش حصہ نہ لگے تو بگڑ بیٹھنا اور اپنی کارگزاریوں کو دیکھنے کے بجائے امام جماعت پر بہتان لگانا۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ - (توبہ - ۷)

(۶۲) ایسی پالیسی اختیار کرنا کہ جنگ کے اختتام پر بہرصورت اپنا دامان آز بھرے۔ اگر مسلمان غالب ہوں تو ان سے بھی مال غنیمت میں حصہ مل کر رہے اور اگر دشمن غالب رہیں تو ان سے بھی صلہ ہاتھ آئے۔ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ (نساء - ۲۰)

(۶۳) اسلام کی محبت کو اہل و عیال اور وطن کی محبت پر قربان کر دینا اور بوقت ضرورت دین کی خاطر ترک وطن یعنی ہجرت نہ کرنا اور غیر اسلامی طرز کی زندگی بسر کرنے پر قانع رہنا۔

تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ...... قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا - (النساء - ۱۴) نیز وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ (عنکبوت - ۱)

(جیسا کہ پہلے بالتشریح بتایا جا چکا ہے، یہ آیت تمہید ہجرت کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے اور یہاں منافق انھیں لوگوں کو کہا گیا ہے جو ہجرت کا حکم آنے کے بعد مکہ سے نہ نکلنے والے تھے اور آخر کار نہ نکلے)

(۶۴) کفر کی حکومت میں بغیر کسی واقعی مجبوری کے زندگی بسر کرنا اور اس کے ساتھ تعاون کرنا یہاں تک کہ اس کی حمایت میں مسلمانوں کے مقابل ہو کر لڑنا۔ إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ الخ (النساء - ۱۴)

(اس آیت کے متعلق بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ ان ضعیف الایمان لوگوں کے بارے

میں نازل ہوئی تھی جو اسلام لانے کے باوجود کفار قریش کے زیر سیادت مکہ میں زندگی گذار رہے تھے کیونکہ وطنی کشش ہجرت کرنے سے مانع تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بدر کے دن یہ لوگ بھی طوعاً یا کرہاً مسلمانوں سے لڑنے آئے اور مارے گئے)

(۶۵) ایسے مواقع سے دور رہنا جہاں حق و صداقت کا اعلان ہو رہا ہو۔ اور اگر وہاں پہلے سے موجود ہوں تو چپکے سے نظر بچا کر کھسک جانا۔ وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ . . . .
. . . نَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوا۔ (توبہ - ۱۶)

(۶۶) دل کا ایسا سخت اور سیاہ اور بے حس ہو جانا کہ قرآنی نصیحتوں کا کوئی اثر نہ ہو بلکہ انھیں قابلِ نفرت سمجھ کر ان سے اعراض کرنا۔ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ۔ (مدثر - ۲)

(۶۷) جماعتی حیثیت سے باہم منتشر رہنا، دلوں کا ایک دوسرے سے پھٹا ہوا ہونا، اور بظاہر متحد معلوم ہونے کے باوجود باہم دگر کھنچے ہوئے رہنا۔ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۔ (حشر - ۲)

یہ سرسٹھ نشانیاں ہیں جنھیں قرآن حکیم نے منافقین کے احوال بیان کرتے وقت ان کی امتیازی خصوصیات کی حیثیت سے پیش فرمایا ہے۔ یہ علامتیں تمام اقسام منافقین کے اعمال اور کیفیات نفسی پر حاوی ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر منافق میں یہ علامتیں ساری کی ساری موجود ہوں، بلکہ کسی منافق کے اندر ان میں سے دو چار ہونگی تو دوسرے میں دس بیس ہوسکتی ہیں۔ اگر ایک منافق میں بعض علامتیں موجود ہونگی تو دوسرے میں وہ نہ ہونگی بلکہ ان کے علاوہ بعض دوسری ہونگی۔ ان علامتوں کا وجود تو ہر صاحب نفاق کی ذاتی اغراض اور اس کے انفرادی رجحانات نفسانی پر منحصر ہے۔ البتہ عام اقسام منافقین کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا

ہے کہ دو علامتیں یا خصوصیتیں عموماً ہر منافق کے اندر پائی جاتی ہیں - ایک تو اسلام کی راہ میں مجاہدہ وسعی اور قربانی سے جی چرانے کی خصوصیت - دوسرے اپنی کمزوریوں اور غیر اسلامی حرکتوں کی پردہ پوشی کرنے اور اپنے کو زبردستی پکا مومن ثابت کرنے کی عادت -

ایک ضروری احتیاط لیکن ان علامتوں کو سامنے رکھ کر بلا تامل ہر اس شخص کو منافق کا خطاب نہ دیدیجیے جس کے اندر ان علامتوں میں سے کوئی ایک علامت کسی وقت بھی نظر آجائے منافقین کی جتنی صفات اوپر بیان ہوئی ہیں ان سب کا سرچشمہ انسان کی کمزوریٔ نفس اور مادیات کی غیر معتدل محبت ہے - اور یہی کمزوریٔ نفس اور غیر معتدل حبِ دنیا، گناہ کا بھی سرچشمہ ہے - اس لیے ایک سچے مسلمان سے بھی ان اعمال کا صدور ہر وقت ممکن ہے، کیونکہ انبیاء کو چھوڑ کر کوئی انسان بھی، خواہ وہ کیسا ہی راسخ الایمان کیوں نہ ہو، معصوم نہیں - نفس ہر شخص کے اندر ہے، اس لیے ایک مسلمان جہاں اچھے اعمال کرتا رہتا ہے وہاں گناہوں کا ارتکاب بھی اس سے ہوسکتا ہے اور ہوتا رہتا ہے - بہت ممکن ہے کہ کسی وقت ایک مسلمان بھی وہی حرکت کر بیٹھے جو منافق کی خصوصیات میں سے ہے - لہٰذا اس جگہ منافق اور گناہگار مسلمان، دونوں کی پوزیشن اور دونوں کا فرق اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے -

نفاق کی اس ساری بحث کو پڑھنے کے بعد آپ پر اب یہ امر تو مخفی نہ رہ گیا ہوگا کہ جب ایک منافق اسلامی تعلیمات یا ملّی مصالح کے خلاف کوئی حرکت کامیابی کے ساتھ کر گذرتا ہے تو اس کے دل کو کیسی فرحت اور اس کے نفس کو کیسا سرور حاصل ہوتا ہے اور بجائے اس کے کہ اس کا ضمیر اپنی اس شنیع حرکت پر کسی قسم کی گرانی اور ناگواری کا احساس کرے الٹا اپنی کامیاب ”سیاست“ پر فخر کرتا ہے - لیکن ایک مسلمان ایسی کوئی حرکت کب اور کیوں کرتا ہے اور پھر اس کے سرزد ہوجانے کے بعد اس کے ضمیر کا حال کیا ہوتا ہے؟ قرآن حکیم اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔

اور (جنت ان متقیوں کے لیے ہے) جو اگر کبھی کوئی برا کام کرتے بھی ہیں یا اپنے نفس پر (گناہ کرکے) ظلم کرتے بھی ہیں تو فوراً اللہ کا خیال انھیں آجاتا ہے پھر وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں ـــــ اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو معاف کرنے والا ہو ـــــ وہ اپنے (فعل کی نوعیت کو) جانتے ہوئے اُس پر جمے نہیں رہتے۔

ایسے ہی گناہگار مسلمانوں کے متعلق دوسری جگہ آتا ہے کہ:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۔ (التوبہ - ۱۳)

اور (ان منافقوں کے علاوہ جہاد سے پیچھے رہ جانے والے) بعض دوسرے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا (پورے احساس ندامت کے ساتھ) اقرار کر لیا۔ ان کے کچھ اچھے اعمال بھی ہیں اور کچھ برے بھی۔ توقع ہے کہ خدا ان کی توبہ قبول کرلے اور معاف کردے۔

ایک تیسری آیت بھی سامنے رکھیے:

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؁ (نحل - ۱۵)

پھر تیرا پروردگار، ان لوگوں کے لیے جن سے برے کام "جہالتہ" کی وجہ سے سرزد ہوجاتے ہیں اور وہ اس کے بعد ہی توبہ کرتے اور اپنی اصلاح کرلیتے ہیں، بیشک ایسے لوگوں کے حق میں تیرا پروردگار اس (توبہ اور اصلاح) کے بعد ضرور بخش دینے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ان تینوں آیتوں پر غور کرنے سے چند باتیں نکلتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسلمان سے بھی گناہ

سرزد ہو سکتا ہے۔ اور ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ اگر گناہ کرتا ہے تو "بجہالتہ" [۹] کی بنا پر یعنی کسی فوری جذبہ نفسانی سے مغلوب ہو کر۔ تیسری بات یہ کہ ارتکاب گناہ کے بعد فوراً ہی اس کا ضمیر مضطرب ہو جاتا ہے۔ ناگواری کے شدید احساسات سے اس کا حال متغیر ہو جاتا ہے۔ خدائے ذوالجلال کی صفت عدل اسکی نگاہوں کے سامنے مجسم ہو کر آ کھڑی ہوتی ہے۔ اس کی جبینِ ایمانی پر عرق انفعال کے قطرے نمودار ہو جاتے ہیں۔ وہ بغیر کسی توقف کے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے، اور خدا سے مغفرت کا طالب ہوتا ہے، اور آئندہ کے لیے اپنی اصلاح کر لیتا ہے۔
چوتھی بات ـــ جسے اسی تیسری بات کا سلبی پہلو کہنا چاہیے ـــ یہ کہ وہ اپنے کسی عمل بد پر قصداً جما نہیں رہتا۔ یعنی یہ نہیں ہوتا کہ مسلسل اس برائی کو وہ کیے جائے اور اسے ترک کرنے کی نہ کوئی سعی کرے نہ اس کا قلب اس پر نفرت کرتا ہو۔

منافق ان تمام صفات سے عاری ہوتا ہے۔ وہ خلاف شرع حرکتوں کو کسی فوری جذبۂ نفس سے مغلوب ہو جانے کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ پورے شعور اور ارادہ کے ساتھ شریعت کی خلاف ورزی کو اسکی پابندی پر ترجیح دیتا ہے، اور اس خلاف ورزی کو اپنی عادت بنا لیتا ہے۔ شریعت کی پابندی میں بظاہر جو تکلیفیں اور لذات نفس سے محرومیاں ہیں ان کا موازنہ وہ ان فائدوں اور آسائشوں اور لذتوں سے کرتا ہے جو شریعت کی خلاف ورزی میں نظر آتی ہیں، پھر اس کا نفس یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس کو پہلی چیز قبول نہیں ہے اور صرف دوسری چیز ہی مطلوب ہے۔ اسی فیصلہ کی بنا پر جب وہ خدا کا قانون توڑتا ہے تو اسے شرمندگی کے بجائے فرحت و مسرت ہوتی ہے۔ اسکے دل میں خوفِ خدا کا شائبہ تک نہیں آتا۔ نہ استغفار اور توبہ کی طرف کبھی اس کا ذہن منتقل ہوتا ہے۔

یہ ہے بنیادی فرق ایک منافق میں اور ایک گنہگار مسلمان میں، اور یہی وہ نکتہ ہے جسے نہ سمجھنے کی وجہ سے خوارج نے ہر گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار دیدیا۔ پس مذکورہ بالا صفات منافقین

کو سامنے رکھ کر اپنی جماعت کے منافقوں کو چھانٹتے وقت ہمیں منافق اور عاصی مسلمان کے اس نازک فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ جسم کے فاسد اجزاء کو کاٹتے ہوئے اس کے صالح اجزاء بھی کاٹ کر پھینک دیے جائیں۔

منافقین کے متعلق احکام منافقین کے بارے میں قرآن نے جو احکام صادر کیے ہیں ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک حصہ تو وہ ہے جو ان کی آخرت کے متعلق ہے یعنی یہ کہ مالکِ یوم الدین ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ دوسرا حصہ ان کی دنیوی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، یعنی یہ کہ عام مسلمان، انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے، ان کے ساتھ کیا رویہ اختیار کریں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح آخری انجام کے اعتبار سے تمام مسلمانوں کے درجات یکساں نہیں ہیں بلکہ ان کے ایمان اور اعمال کے فرق مراتب کے لحاظ سے انھیں مختلف مدارج عطا کیے جائینگے، اسی طرح منافقین کی سزاؤں کے بھی مختلف مدارج قرار دیے جائینگے۔ جس منافق کے اندر نفاق اپنی پوری شدت سے کارفرما ہوگا اس کے عذاب کی کمیت اور کیفیت کچھ اور ہوگی اور جس کے اندر نفاق کی معمولی اور نسبتاً ہلکی خصوصیات ہونگی اس کے عذاب کی نوعیت کچھ اور ہوگی۔ یہی فرق ان احکام میں بھی ملحوظ ہے جو عام مسلمانوں کو منافقوں کے بارے میں دیے گئے ہیں۔ خود اصول جزاء کا بھی یہی تقاضا ہے کہ مختلف طبقات منافقین کے درمیان یہ فرق ملحوظ رکھا جائے اور قرآن کے بعض اشارات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً وہ لوگ جو خدا اور رسول خدا اور آیات قرآن کے ساتھ تمسخر کرتے تھے، ان کے متعلق قرآن فرماتا ہے کہ:

لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ	منافقو! باتیں نہ بناؤ، یقیناً تم نے ایمان لانے کے بعد
إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً	کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو بخش بھی دیں تو دوسرے
بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ۔ (توبہ۔ ۸)	لوگوں کو ضرور عذاب دیں گے کہ (حقیقی اور شعوری) مجرم وہی لوگ ہیں۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ نفاق جو جان بوجھ کر اختیار کیا جائے اس کا مقام اور ہے اور جو محض جہالت اور قلت اعتناء یا ضعف نفس کی بنا پر ہو اس کا مقام اور ہے اور کیا عجب ہے کہ رحمت الٰہی کا دائرہ کسی وقت میں وہاں تک بھی وسیع ہو جائے۔

منافقین کے طبقات اس نقطۂ نظر سے ہم عام منافقین کے حالات و صفات پر نگاہ ڈالتے ہیں اور ان کی کیفیات نفسی کا عمیق مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ لوگ تین مختلف طبقات میں بٹے دکھائی دیتے ہیں۔

ایک تو وہ اشرار ازلی ہیں جو اسلام اور کفر دونوں کی حقیقت، دونوں کے نظریات اور دونوں کے حیاتی نصب العین سے بخوبی واقف ہیں، اور اس واقفیت کے بعد ان کا دل اسلام سے پوری طرح برگشتہ اور کفر اور کافرانہ نظریات کا سچا عقیدت کیش ہے، لیکن اس کے باوجود ان کے کچھ مصالح ہیں جو انہیں مجبور کئے ہوئے ہیں کہ اسلام سے علانیہ بے تعلقی کا اظہار نہ کریں بلکہ منافقت کے لباس میں اپنے کو پکے سے پکا مسلمان ظاہر کرنے کی کوشش کریں۔ یہ مصالح خواہ خود ان کی ذاتی اغراض نفسانی سے متعلق ہوں، یا کسی غیر مسلم گروہ کے اعتقادات اور نظریات کی مسلم عوام میں کامیاب تبلیغ کرنے کی چال سے متعلق، یا مسلمانوں کے نظام ملی میں اختلال برپا کرنے اور ان کے جماعتی رازوں کی جاسوسی کرنے اور در پردہ ان کی قوتوں کو فنا کر دینے کے سیاسی مکائد سے متعلق، بہر حال یہ سب ایک ہی طبقہ میں شمار ہونگے۔

ان کے مقابلہ میں دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو گو حالت نفاق میں گرفتار ہیں لیکن ان کا باطن اتنا زنگ آلود نہیں ہے جیسا کہ مقدم الذکر طبقہ کا ہے۔ ان کا نفاق یا تو ناواقفیت اور عدم شعور پر مبنی ہے اور ان کے سامنے اسلامی اور غیر اسلامی اصول و معتقدات اچھی طرح ایک دوسرے سے متمیز نہیں ہیں اور اس وجہ سے وہ نادانستہ کفر کی غلاظت میں لتھڑے ہوئے ہیں، یا پھر ان کے نفس کی کمزوریوں نے انھیں منافقین کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ کفر کی بہ نسبت اسلام

سے قریب تر ہیں مگر ان کے اسلام میں اتنی قوت نہیں ہے کہ اپنے اصول اور مسلک کی خاطر، جسے وہ حق کہتے اور حق سمجھتے ہیں، ضرورت پڑنے پر اپنے مادی علائق، اپنی طبعی لذات اور اپنے دنیوی مصالح کو قربان کر سکیں۔

پہلا طبقہ نفاق کی آخری سرحد پر ہے، جسے نفاق کا امام کہنا چاہیے اور دوسرا طبقہ نفاق کی ابتدائی سرحد پر ہے بلکہ یوں کہیئے کہ ایک قدم اس کا دائرۂ اسلام میں ہے اور دوسرا حلقۂ نفاق میں منافقین کے یہ دونوں طبقے عہدِ رسالت میں بھی تھے اور آج بھی ہیں۔

لیکن، جیسا کہ کہیں اوپر بیان کیا جا چکا ہے، اس وقت ایک اور طبقہ بھی پیدا ہو گیا ہے جس کا نام ہم نے غیر شعوری منافق رکھا ہے۔ یہ طبقہ اسلام کے نام سے صرف ایک متعصبانہ تعلق رکھتا ہے مگر وہ اسلام کو سرے سے سمجھتا ہی نہیں۔ بلکہ اس کا دماغ اگر لینن اور مارکس کے ہاتھوں بکا ہے تو نظر ہیگل اور ڈارون کے دامنوں میں الجھی ہوئی ہے اور وہ انھیں کے پیچھے دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ اگرچہ قدرتاً قرآن نے صرف دو ہی مقدم الذکر طبقوں کے حالات و عواقب سے بحث کی ہے لیکن اسلامی اصول و نظریات کے لحاظ سے اس تیسرے طبقہ کو بھی دوسرے ہی کا ہم رنگ و ہم ذات سمجھنا چاہیے۔

اخروی انجام اب ان دونوں گروہوں کے بارے میں ان کے اختلاف مدارج کے لحاظ سے جو مختلف احکام بیان کیے گئے ہیں ان پر غور کیجیے۔ یہ احکام، جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں، دو حصوں میں منقسم کیے جا سکتے ہیں۔ ایک تو وہ جو منافقین کے اخروی انجام اور جزا و سزا کے متعلق ہیں۔ دوسرا وہ جو ان کی دنیوی زندگی یعنی منافق اور مسلم کے دنیوی روابط سے متعلق ہیں۔ یہاں ہم قرآن سے دونوں طبقوں کے منافقوں سے متعلق احکام الگ الگ بیان کرتے ہیں۔ پہلے اخروی نقطۂ نظر سے پھر دنیوی اور سیاسی زاویۂ نگاہ سے۔

پہلے طبقہ کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے:

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِيْنَ (توبہ - ۷)

اے پیغمبر ان منافقوں سے کہدو کہ خواہ تم خوشی سے صدقہ دو یا زبردستی اور تنگ دلی سے (خدا کے ہاں بہرحال) ہرگز مقبول نہ ہوگا، کیونکہ تم لوگ فاسق ہو۔

آیت کے آخر میں اس نامقبولیت کی علت بھی بتا دی ہے کہ یہ لوگ جذبۂ ایمانی کے تحت خرچ نہیں کرتے ہیں، کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان کی روشنی کا تو گذر ہی نہیں ہے وہاں تو فسق ـــ جو ضدّ ایمان ہے ـــ کی تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ اور صرف صدقہ ہی پر کیا منحصر ہے فسق کی اس حلقہ بگوشی کی وجہ سے ان کے سارے ـــ بظاہر اچھے ـــ اعمال اکارت ہو جائینگے:

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خَاسِرِيْنَ (مائدہ - ۸)

ان منافقوں کے تمام اعمال ضائع ہو گئے اور وہ سراسر گھاٹے میں رہے۔

اور اس حبط عمل کا نتیجہ کیا ہوگا:

وہ اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار، سب سے نار جہنم کا وعدہ کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہی ان کے لیے کافی ہے۔ اور خدا نے ان پر لعنت کر دی ہے، اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ (توبہ - ۹)

کفار اور منافقین دونوں کے لیے نار جہنم کی سزا تو ضرور ہے، لیکن خدا کہتا ہے کہ منافقین کا مقام کافروں کے مقابلہ میں بہت آگے ہے:

اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء - ۲۱)

بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہونگے۔

اور یہ "قید بامشقت" کی امتیازی سزا بالکل تقاضائے عدل ہے۔ تامل کرنے سے کفر

کے مقابلہ میں جرم نفاق کی سنگینی بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کافر کے اندر ساری کج رویوں اور گمراہیوں کے باوجود ضمیر ہوتا ہے اور اس ضمیر میں خودی اور خودداری کی روح ہوتی ہے۔ وہ اپنے مسلک کو حق سمجھ کر اس پر اڑ جاتا ہے اور اس کے خلاف ہر آواز کو باطل یقین کرکے اس کا دشمن بنتا ہے۔ مگر بدبخت اور ننگِ انسانیت منافق اس ایک خوبی سے بھی محروم ہوتا ہے۔ نفس پرستی کے سوا اس کا کوئی مسلک ہی نہیں ہوتا۔ وہ مادّیات کے عشق میں اپنے ضمیر کو بالکل پست، بے حس اور ذلیل بنا لیتا ہے اور اس پوری تیاری کے ساتھ خدا کے حضور میں جاتا ہے کہ "درک اسفل" کے سوا کسی اور جگہ رہنے کے قابل ہی نہیں رہتا۔

یہ عذاب ان کے لیے لازمی ہے۔ اس قضائے مبرم کو کوئی شے ٹال نہیں سکتی۔ خدا کے نزدیک اپنے حبیب سے بڑھ کر کوئی مقبول نہیں، لیکن اس کی دعائیں بھی یہاں کچھ نہیں کر سکتیں:۔

"اے پیغمبر ان منافقوں کے لیے تم خواہ دعائے مغفرت کرو یا نہ کرو۔ تم چاہے ان کے لیے ستر مرتبہ بھی دعائے مغفرت کرو تب بھی خدا انہیں کبھی نہیں بخشنے کا۔" (توبہ - ۱۰)

دوسرے طبقہ کے انجام سے متعلق اللہ رب العالمین نے ہمارے سامنے کوئی واضح اور طے شدہ فیصلہ نہیں رکھا ہے۔ لیکن اتنا تو اس نے کھول کر کہہ دیا ہے کہ وہ دوزخ کا عذاب ضرور چکھیں گے۔ مثلاً ان ضعفاء کے بارے میں جو ہجرت نہ کر سکے تھے اور کفار کی طرف سے لڑتے ہوئے معرکہ بدر میں مارے گئے تھے، اس نے فرمایا ہے کہ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ (یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے)۔ اسی طرح جو لوگ غزوۂ تبوک میں جانے سے جی چرا رہے تھے اور جو پیچھے رہ گئے تھے ان کے بارے میں ارشاد خداوندی آیا کہ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (اگر تم لڑائی کے لیے نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دیگا)۔ نیز يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ (یہ لوگ جہاد سے جی چرا کر خود اپنے کو ہلاک کر رہے ہیں)۔ غرض اس طبقہ کو بھی دوزخ کی ہولناکیوں سے ضرور دوچار ہونا

پڑیگا۔ اس ناگزیر انجام سے انھیں نہ تو یہ عذر بچا سکے گا کہ ہمیں ایمان کی صحیح کیفیت اور اس کے مقتضیات کا علم نہ تھا، اور نہ یہ عذر کچھ کام آسکے گا کہ ہم اسلام کے منکر یا بدخواہ اور دشمن نہ تھے خدا کی عدالت دو ٹوک فیصلہ کریگی اور اس ضعف ایمانی اور جہالت و بے خبری کا انجام بھی ظاہر ہو کر ہی رہیگا۔ ہاں طبقہ اولیٰ کے مقابلہ میں ان کی سزا بہر حال ہلکی ہوگی۔ ان کے لیے درک اسفل نہ ہوگا۔ نہ ان کے متعلق قرآن نے ملعونیت کی وعید سنائی ہے اور نہ ہی اس امر کا اعلان کیا ہے کہ وہ ۔ طبقہ اولیٰ کی طرح ۔۔۔۔ دوزخ میں ابد تک رہیں گے۔ پھر ان کی سزاؤں کا اندازہ کیا ہے؟ اس کی صحیح تعیین کس طرح کی جائے؟ یہ سوال ہمارے طے کرنے کا نہیں۔ مالک یوم الدین کی حکمت، رحمت اور مشیئت ہی اسے طے کریگی۔ بندہ کو تو بہر حال اس کی تمام صفات میں سے صرف اس کی صفت رحمت ہی کے دامن کو پکڑنا چاہیے۔ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا۔

(باقی)

ضرورت ہے

اس دفتر کو ترجمان القرآن کے مندرجہ ذیل پرچوں کی ضرورت ہے۔ جو حضرات فروخت کرنا چاہیں وہ یہ پرچے مجھے بذریعہ ڈاک ارسال کردیں۔ وصول کرنیکے بعد ان کی قیمت ۸ ؍ فی پرچہ کے حساب سے ارسال کردی جائیگی۔

سنہ ۵۶ھ ۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الآخر۔ شعبان۔ رمضان۔

سنہ ۵۷ھ ۔ جمادی الاولیٰ۔ جمادی الآخر۔ رجب۔

سنہ ۵۸ھ ۔ ربیع الآخر۔ جمادی الاولیٰ۔

منیجر ترجمان القرآن ۔ مبارک پارک ۔ پونچھ روڈ ۔ لاہور